تفسیر ماتریدی
یا
تاویلات اهل السنہ
(۹)

محمد صغیر حسن معصومی

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کا ظن یہ تھا کہ جوہر نار یا خاک سے پیدا کی ہوئی ساری مخلوق سے وہ زیادہ علم والے تھے، کہ ان کا جوہر جیسا کہ مذکور ہوا نور ہے، یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی عظمت ان کو حاصل تھی، اور یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ جن و انس میں بہت سے نافرمان ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کے ساتھ آزمایا پھر سجود میں مبتلا کیا تاکہ بشر کے علو مرتبت اور شرف کا اظہار کرے اور اس علم کی عظمت کا اظہار کرے جس کی وجہ سے انسان کو بزرگی و کرامت حاصل ہوئی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مفہوم اللہ کے قول "ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك " اور ہم لوگ تیری حمد و تعریف کرتے ہیں اور تیری تقدیس میں رہتے ہیں" سے ظاہر ہے۔

وقولہ : "انی جاعل فی الارض خلیفة" بے شک میں زمین میں ایک قائم مقام بنانے والا ہوں" ایک گروہ کا قول ہے کہ اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، جو فرشتوں کے قائم مقام ہیں زمین میں اور جنوں کے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔

یہ مفہوم بعید ہے، گویا کہ انہوں نے کہا : "أتجعل فيها من يفسد

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ تسبیح و تقدیس آپ کی ثناء و حمد کے ساتھ
رہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اس کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اس بات
ذکر نہیں کرتے: کہ یہ اللہ کا بڑا احسان ہے ان پر اور اللہ تعالیٰ نے ان کو
، کی توفیق دی ہے اور خاص کیا ہے۔ اس لئے کہ انسانی صفات میں سے
ہوں نے کیونکر انسان کے شر کا ذکر کیا، اللہ تعالیٰ کی حمد بیان نہیں کی،
لانکہ حمد کی توفیق اللہ تعالی نے انہیں دی تھی، یا انسان کے لئے گناہ سے
نے کی دعا کرتے، اور ان کی آزمایش پر اللہ کی مغفرت چاہتے۔

یہی وجہ ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ انہوں نے اپنے کو بعد میں زمین والوں
، مغفرت طلب کرنے میں مشغول رکھا اور اللہ کے دوستوں کی مدد چاہنے میں
صروف رکھا، اور ان باتوں کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہوتی ہے،

اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ابلیس نے ان فرشتوں
ے سوال کیا: اگر آدم کو ان پر فضیلت دی گئی، اور انہیں آدم کی فرمانبرداری
حکم دیا گیا تو وہ کیا کریں گے؟

تو اللہ جل شانہ نے اس بات کو ظاہر کردیا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم
ے کہ ابلیس نے اپنی نافرمانی چھپا رکھی ہے ساتھ ہی فرشتوں کی طاعت
فرمانبرداری کو ظاہر کردیا۔

البتہ یہ بات ایسی ہے جس کی حقیقت معلوم نہیں، کیونکہ عتاب جملہ
لائکہ سے متعلق ہے، اور خطاب کا تعلق خبر دینے سے ہے، نیز ان امور سے جو
ں سے متعلق ہیں اور سجود کا حکم بھی خطاب سے متعلق ہے گو یہ حکم
آدم کے بارے میں نہیں تھا،۔

اس بات کا احتمال نہیں کہ ابلیس لعین کے سوال کا فرشتوں سے مواخذہ کیا
جائے گا۔

البتہ وجوہ عتاب ان اشیاء کے بارے میں خبر دینے کا احتمال رکھتے

هیں جن میں فرشتے نافرمانی کو نہیں پہنچے ، اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۔

وقولہ : ''وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکة ،، اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سارے اسماء سکھا دئے، پھر ان کو فرشتوں پر پیش کیا ۔

اس بات کا احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے فائدے کے لئے سکھایا ۔

اور اس بات کا احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے فرشتے کو جو امتحان میں نہیں ڈالے گئے تھے، بھیج کر سکھایا ، اس صورت میں دو وجہوں سے ایک کی تثبیت ہوتی ہے :

(۱) یا تو اشیاء کا حقیقت میں جاننا بدیہی ہے کہ یہ علم ان اسباب میں نظر کرنے کے وقت حاصل ہوتا ہے جن میں تامل کرنے سے وہ اسباب علم کے وقوع کی دلیلیں ہیں ، جیسے دیکھنے کے وقت اور آنکھ کھولنے کے وقت آنکھ سے ادراک کرنا واقع ہونا ہے ۔

(۲) یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سیکھنے کے فعل کو پیدا کردیا، جس کو آدمی جانتا ہے، ان سارے امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سکھا یا (علم دیا)

اسی طرح کا اللہ کا قول ہے : علمه البيان '' (الرحمن : ۴) اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیان سکھایا،، ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا قول : ''وما علمناه الشعر وما ينبغی له،، (یسین : ۶۹) اور نہیں سکھایا ہم نے ان کو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) شعر، اور نہ یہ ان کے لئے سزا وار ہے ۔

(اس آیت پاک میں) ان سارے اسباب کا احتمال نہیں، کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور نہ انسان نے کسی حقیقت کو اس لئے سیکھا کہ اس کی خبر دے ۔ اسی طرح فرشتوں کا قول ہے ''لا علم لنا الا ما علمتنا،، (البقرة : ۳۲)

ہیں کوئی علم اس کے سوا نہیں جس کو تو نے ہمیں سکھایا،، اور اللہ
لیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وقولہ : ''فقال انبئونی باسماء ھؤلاء،، اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا مجھے ان
زوں کے نام بتاؤ۔ بظاہر امر اور حکم ہے، لیکن عتاب و وعید کا احتمال بھی
کہ اس طرح کی آیتیں قرآن حکیم میں بکثرت ہیں۔

اگرچہ آیت کا مفہوم درحقیقت امر ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ
ے امور کا حکم دینا جایز ہے جن کو محکوم نہیں جانتا، مگر کسی ذی
م سے ان کے علم کا حصول ممکن ہے، اور طلب کرنے پر ان کا علم حاصل
سکتا ہے، اس طرح تعلیم اور بحث و تفتیش کے درجے کو اللہ تعالیٰ نے
وری قرار دیا ہے۔

اس بات کا احتمال بھی ہے کہ ان فرشتوں کی تنبیہ کردی گئی کہ آدم
ہ السلام کے بتانے کے بعد انہیں یہ خیال نہ ہو کہ اگر وہ تکلف سے کام
ے تو اس علم کو پالیتے۔

یا اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد ہے کہ فرشتوں کو یہ عجیب معجزہ دکھادے
آدم علیہ السلام کی نبوت کی دلیل ہے، فرشتوں کو نصیحت کردی گئی
، وہ اس علم سے عاجز ہیں، اور اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان کے لئے
م کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھک جائیں۔ ایسی ہی آیت ہے کہ اللہ
و جل نے فرمایا : ''وماتلك بیمینك یا موسیٰ،، (طہٰ : ۱۷)، اے موسیٰ
کے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اولاً ان کو یاد دلایا کہ ان کا
، اور ان کے عصا کی حقیقت کیا ہے، تاکہ موسیٰ جان لیں کہ ان کے ہاتھ
، جو کچھ اللہ نے دکھایا ان کی نبوت کی نشانی ہے۔ سلام ان پر اور
رے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر!

وقولہ : ''ان کنتم صادقین، قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك

انت العليم الحکیم، قال یاآدم انبئهم باسمائهم، فلما انبأ باسمائهم قال : ألم أقل لکم إنی أعلم غیب السماوات والارض واعلم ما تبدون وما کنتم تکتمون، واذ قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر و کان من الکافرین،، ۔

ترجمه : اگر تم لوگ سچے هو، فرشتوں نے جواب میں کہا : تیری ذات پاک هے ! همیں اس کے سوا کوئی علم نهیں جس کو تونے همیں سکھایا، بے شک توهی هے علم والا حکمت والا ۔ الله تعالیٰ نے جس پر فرمایا : اے آدم انهیں ان ساری اشیاء کے نام بتادو۔ جب آدم علیه السلام ان کے ناموں کی خبر دی تو الله نے فرمایا : کیا میں نے تمهیں نهیں کہا تھا که بے شک میں آسمانوں اور زمین کی غایب چیزوں کو جانتا هوں، اور اس کو بھی جانتا هوں جس کو تم لوگ ظاهر کرتے هو اور اس کو بھی جس کو تم چھپاتے هو، اور جب هم نے فرشتوں سے کہا که آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس نے انکار کیا اور بڑائی چاهی، اور وه نافرمانوں میں سے هے،،

جن معانی کو لوگوں نے ذکر کیا هے ان میں یه بھی هے که جب سے تم پیدا کئے گئے صدق اور سچائی کی صفت کے حامل رهے، یا اس بات پر سرزنش هے که علم کے بغیر گفتگو کی، گویا الله تعالیٰ نے فرمایا هے که سچ کہو اور نادانی کے ساتھ بات کرنے سے پرهیز کرو، اور ان هی معانی میں هے که فرشتوں نے کسی شے کے بارے میں قول کا تکلف نه کیا، اور نه ان کو الله تعالیٰ نے علم دیا ۔

ابوبکر عبدالرحمان بن کیسان (ان کا حال پهلے گذر چکا) فرماتے هیں که اس آیت سے نجومیوں اور طیور، نیز بعض حیوان کے گذرنے یا بعض ناموں یا آوازوں سے فال لینے اور پیشنگوئی کا بطلان ثابت هے که نجومی اور عائف (عیافه شناس، فال لینے والے) کا دعوی که غیب بتا سکتے هیں اور الله تعالیٰ کی طرف سے هونے والی باتوں کی خبر کرتے هیں یه سب لغو هے ۔

حضرت آدم علیہ السلام کے قصے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم کی نبوت پر دلالت موجود ہے، کیونکہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد
ی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی جن کا علم قرآن کے سوا دوسری آسمانی
تابوں کے ذریعہ معلوم ہوا حالانکہ یہ معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
لم ان کتاب والوں سے نہیں ملے اور نہ ان زبانوں کو جانتے تھے جن میں
واقعہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے، اس واقعے کو اس طرح ذکر کیا کہ کوئی
فص حضور کے خلاف عدم علم کا دعوی نہیں کر سکتا، تاکہ یہ معلوم
ہجائے کہ اللہ کی توفیق سے ان کو اس کا علم حاصل ہوا۔

اس واقعے میں انسان کے باپ آدم علیہ السلام کی فضیلت پر بڑی کھلی
لالت ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کا اپنے فرشتوں کو محتاج
دیا کہ اصل اشیاء کا علم حاصل کریں اور یہ ایسا علم کہ ہر خیر اس کے
، تابع کے مانند ہے، اور اسی علم سے درستگی و صلاح اور نفع حاصل ہے
ر صلاح کے کرنے کی قوت اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

وفیها دلالة محنة الملائكة لوجهين

اس آیت شریف میں ملائکہ کی محنت و آزمایش پر دو طرح دلالت موجود
ہ :-

۱۔ ان کا علم سیکھنا جو سب سے زیادہ حقدار ہے کہ خیر و نیکی کا
مل ہو، اس لئے کہ انسان بغیر کسی تکلف کے بھی مورد الہام بنتا ہے،
ونکہ فرشتوں کو علم کے حصول کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالی کے
سان : "انبئونی" سے ایک قسم کی تہدید سمجھی جاتی ہے۔ اور ایسی تہدید
س میں کوئی محنت و آزمایش نہ ہو کسی طرح صحیح سمجھی نہیں جاسکتی،
لاوہ ازیں (اس لفظ کی تفسیر میں) یہ بات گزر چکی ہے کہ علم کی جستجو

اور طلب ضروری ہے، (اس سے فرشتوں کے عجز کی نشاندھی ھوتی ہے، کہ بغیر حاصل کئے وہ علم حاصل نہ کرسکتے)۔

۲۔ دوسری وجہ محنت کے حق میں یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ جس نے انکار کیا اس کو کافر ابلیس قرار دیا۔

اس میں آدم علیہ السلام کی فضیلت پر بڑی دلالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق کی عبادت کا درجہ عطا کیا۔ اور اللہ ھی سے خیر کی توفیق ملتی ہے،

اس آیت پاک سے یہ بھی واضح ہے کہ خود سجود عبادت نہیں، کیونکہ سجود کسی مخلوق کے لئے بھی ممکن ہے، چنانچہ آدم علیہ السلام کے سجدہ کا حکم دیا گیا ہے: ''و اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لادم،، (البقرۃ : ۳۴) سے ظاھر ہے۔ حالانکہ آدم کے لئے عبادت کا حکم دینا جایز نہیں کہ اللہ کا خاص نام المعبود (عبادت کیا ھوا) ہے۔ اگر غیر اللہ میں سے کسی کے لئے عبادت جایز ھوجائے تو وہ معبود، الہ ھو جائے گا (جو سرا سر شرک ہے)۔

دلیل یہ ہے کہ عرب کے لوگ ھر اس چیز کو جس کی عبادت کرتے ھیں الہ کا نام دیتے ھیں، اور شرک سے بچنے کی قوت اللہ ھی دیتا ہے۔

پھر سجود خضوع کے معنی کا احتمال رکھتا ہے (مفسر اب سجدے کی تقسیم معنی و مفہوم کے لحاظ سے کرتے ھیں)، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: '' یسجد لہ من فی السموات و من فی الارض،، (الحج : ۱۸) الایۃ اس کے آگے خشوع خضوع کرتے ھیں وہ لوگ جو آسمانوں میں اور جو لوگ زمین میں ہے، نیز اللہ تعالیٰ کا قول ہے: والنجم والشجر یسجدان (الرحمن : ٦) لت والے پودے اور درخت سب اللہ کے آگے خشوع و خضوع میں رھتے ھیں، پس اگر اس سے مراد خضوع اور تعظیم ہے تو یہ ھر محتاج کا حق ہے کہ

دوسرے سے جس سے نجات کی امید ہو عاجزی کرے، اور جس سے بلندی درجات اور بزرگی کی امید کی جاتی ہے اس کی تعظیم و تکریم کرے اور اس کے آگے خشوع و خضوع سے کام لے۔

دوسرا (نکتہ امر بالسجود) کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح آزمایا ہے کہ عبادت و فرمانبرداری کی قدر و مرتبت لوگوں پر ظاہر ہوجائے۔ کیونکہ بظاہر کسی کا کسی کے آگے جھکنا اور خشوع و خضوع کرنا کوئی قیمت نہیں رکھتا نہ یہ کوئی بڑی ذی مرتبت چیز ہے، بلکہ نہایت آسان امر ہے کہ مخلوق کی طبیعت میں یہ داخل ہے، تو جب امر بالخشوع کی تقدیر میں یا واضح ہوجاتا ہے کہ جس کو حکم دیا گیا ہے وہ مرتبے میں کمتر ہے یا شکل میں کم درجے کا ہے، یا جس کو حکم دیا گیا ہے اور جس کے لئے حکم دیا گیا ہے ان کے مرتبے میں کوئی زیادہ فرق نہ ہو تو ایسے امر بالطاعۃ والخضوع میں ظاہر ہے بڑی محنت و آزمائش ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس امتحان میں مبتلا کیا، تاکہ اللہ کے نزدیک اپنے حق کو سپرد کرنے والے اور عجز و خضوع کو ظاہر کرنے والے اور (بلاحکم خداوندی) بڑائی ڈھونڈنے والے میں فرق واضح ہوجائے۔ اور ابلیس متکبر ذلیل و خوار ہو،

اسی معیار پر انبیا علیہم السلام کے متعین اور منکرین کا اکثر طور پر امتحان لیا جاتا ہے۔ تو منکرین اپنی عظمت کے آگے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے، اور اپنے اس گمان میں رہ جاتے ہیں کہ وہ اتباع کے حق‌دار زیادہ ہیں، (دوسروں کے متبع نہیں بن سکتے) واللہ اعلم۔

یہاں ایک اور وجہ ممکن ہے، یعنی ذکر سجود کے مقصد اور حقیقت سجود کے مفہوم کو دو طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

ایک حقیقت یہ ہے کہ سجدہ کو تحیہ کے لئے سمجھا جائے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ نے ملائکہ پر یہ لازم قرار دیا کہ آدم علیہ السلام کے تحیہ کے لئے سجدہ کریں، یہ آغاز ہے اصل انسان کے اکرام و تعظیم کا، اور جنت میں سارے مومنین کا یہی مآل و مرجع ہوگا کہ فرشتے ان کو تحیے اور تحفے پیش کریں اگرچہ نفس تحیہ کی صورتیں مختلف ہوں گی۔

اس سے صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ سجدہ فی نفسہ عبادت نہیں، کیونکہ بشر کے لئے بھی اس سجدہ کا حکم آیا ہے، (اگر عبادت سمجھی جائے تو ظاہر ہے کہ شرک ہے کیونکہ) غیر اللہ کی عبادت کا حکم جائز نہیں، تو فعل کی حیثیت سے سجدہ غیر اللہ کے لئے ہے (مگر اللہ کے حکم کی وجہ سے) اللہ کی عبادت ہے، جیسا کہ دوسری نیکیوں کا حال ہے کہ نیکیاں خلق خدا کے لئے کی جاتی ہیں۔

اسی تحیہ کے طور پر یوسف علیہ السلام کے لئے حضرت یعقوب اور ان کی اولاد کو سجدے کا حکم دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

دوسرا مفہوم کسی کو سجدہ کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کے لئے حقیقی معنے میں ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے امر کی تعظیم کے لئے کعبہ کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے، اس سے کعبے کی عظمت اور روئے زمین پر اس کو خصوصیت حاصل ہے۔

اسی طرح ساری خلائق بشر میں آدم علیہ السلام کی تعظیم و رفعت شان کے لئے سجدہ کا حکم دیا گیا ۔ دونوں مفہوم میں برابر ہیں، (کعبہ اور آدم علیہ السلام)،

بعد ازاں مخلوق کے لئے سجدہ منسوخ کردیا گیا۔ جس کا ثبوت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے: کہ "آپ نے فرمایا اگر کسی کے

لئے سجدہ حلال (جایز) ہوتا تو البتہ میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے،(۱)

۱۔ یہ حدیث متعدد طرق سے روایت کی گئی ہے، اور الفاظ حدیث میں کچھ اختلاف بھی ہے، امام ماتریدی کے الفاظ سے قریب تر روایت وہ ہے جس کو امام شوکانی نے ترمذی سے روایت کی ہے، کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا،، مصنف نے ان الفاظ کو حدیث کے آخری الفاظ قرار دئے ہیں، لیکن امام ترمذی اس پر اضافہ کرتے ہیں: ''ولو امرھا ان تنقل من جبل ابیض الی جبل اسود و من جبل اسود الی جبل ابیض لکان ینبغی لہا ان تفعلہ،،۔

ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، اور ابو داؤد اور حاکم نے قیس بن سعد سے روایت کی ہے، حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے، اور ذہبی نے اسی طرح اس روایت کو ثبت کیا ہے، اور امام احمد نے اس کو بتمام و کمال روایت کی ہے، نیز یہ لکھا ہے کہ امام احمد نے حضرت انسرض سے روایت کی ہے، منذری اسناد جید کے قائل ہیں۔ اس کے سب راوی ثقہ مشہور ہیں، ابن ماجہ نے حضرت بریرہ اسلمی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، ابن حبان نے ابن ابی اوفی سے روایت کی ہے۔

(دیکھئے فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۳۲۹/۵، نیز نیل الاوطار للشوکانی ۲۰۷/۶)۔